Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 35, Sr.No.95, 2014, pp 25 - 32

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۵، اپریل۔ جون ۲۰۱۴ء، شمارہ ۹۵

واصف علی واصف کی پنجابی شاعری

ڈاکٹر ناہید شاہد☆

Abstract:

Punjabi is sweet language which has its followers the world over. Classicial Punjabi poetry is well known and appreciated but there are very few how have analysed the modern a concepts in contemporary Punjabi poets. Wasif Ali Wasif is a contemporary writer, scholar, poet and moreover a saint. His prose books are well read in our society. In this article the author has focused on his Punjabi poetry which reflects a new dimension of Wasif Ali Wasif's literary works.

Key Words: Punjbi poety, 20th century A.D, Wasif Ali Wasif, Anaylsis.

"دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو" خواجہ میر دردؔ نے یہ بات بڑی سہولت سے شعری قالب میں ڈھال کر انسان کو صبر و تحمل کا درس دیا تھا۔ گویا اس کے تجربات و مشاہدات اور ریاضتوں کا ماحصل یہی سنہری بات تھی۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ ازل سے ابد تک پھیلے انسانی زندگی کے احوال و آثار اسی حقیقت میں پنہاں ہیں۔ جس نے اس راز کو پالیا، وہ شانت ہوگیا۔ جسے اس کا شعور نہ ملا، وہ بے چین، اور جو جاننے اور نہ جاننے کے درمیان رہا' وہ مضطرب۔ زندگی کی کہانی میں آنسو زیادہ اور قہقہے کم ہیں' اور ہوں کیوں نہ کہ پانی تو بنائے حیات ہے۔ بہتا رہے تو نعمت، رُک جائے تو زحمت۔ آنکھوں سے بہتا پانی توازن اور تناسب کا معیار ٹھہرا۔ اب ایک تو ذات کی نفسیاتی کیفیتوں کی بالیدگی

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی لاہور

کا سفر طے ہوا اور اسی کے ساتھ ساتھ ہم سفروں کی دل گیری و دل پذیری کے اسباب بھی پیدا ہونے لگے۔ فرد آنسوؤں کی ایک ایک بوند سے جیسے زنجیر کی کڑیوں کی طرح باہم ہو کر مثالی معاشرے کی طرف عازم سفر ہوا۔ آنسو دوسروں کے کام آنے لگے اور فرد کی یہ دعا مستجاب ہوئی:

''خدا کرے مرے آنسو کسی کے کام آئیں''

اس تمہید کا مقصد صرف اتنا ہے کہ تصوف کو انسانی حیات سے منعکس اور متعلق جان کر اہلِ تصوف کے طرزِ عمل کو جانا جاسکے۔ گزشتہ صدی سیاسی سماجی اور ثقافتی اتّصال وتصادم کی صدی رہی۔ فرد نے فرد پر یلغار کی اور ذہنی اور جسمانی ہلاکتوں کی طویل داستان تاریخ کے اوراق میں محفوظ کر دی۔ ایسے میں کچھ اہلِ دل سامنے آئے اور خلفشار کی اندھا کر دینے والی دھند میں اپنے آنسوؤں کی شمعیں روشن کر دیں۔ ایسے ہی اہلیانِ درد میں واصف علی واصفؒ بھی ہے، جنھوں نے من کے اندر بہنے والے آنسوؤں کا رُخ تبدیل کیا اور اظہار کیلئے نئے نئے دریچے وا کیے۔ یہ دریچے روح کی کتنی ہی تصویروں کو نمایاں کرنے لگے۔ الہام و تجرید کی کئی اشکال بامعنی ہونے لگیں۔ یہ بیسویں صدی کے آخری تین دہاکوں کی بات ہے جب وطنِ عزیز کی فضاؤں میں بے کسی اور بے چینی کے بادل اُمڈ چکے تھے اور سمتیں ان کالی گھٹاؤں میں کہیں کھو رہی تھیں۔

ایسے میں واصف علی واصف نے اپنے مکالمے اور استعار سے ایک با مقصد طرزِ حیات کی بنیاد رکھی۔ یہاں ہم واصف علی واصف کے پنجابی کلام کو زیرِ بحث لائیں گے جو ''بھرے بھڑولے'' (نومبر 1994ء) کے نام سے منظرِ عام پر آیا۔(1)

پنجابی شاعری کا دامن اپنی وسعت اور متنوع موضوعات کے حوالے سے اسے دوسری زبانوں کی شاعری سے ممتاز کرتا ہے۔ یہ عشق کی زبان ہے اور اس میں امن اور سلامتی کے کئی پیغام مختلف زمانوں کا سفر طے کرتے ہوئے ہم تک پہنچتے ہیں۔ بابا فریدؒ سے خواجہ فریدؒ تک عشق کے کتنے مرحلے اور امن و فلاح کے کتنے ہی سلسلے ایک ایک کر کے گزرتے چلے جاتے ہیں، بیان جلالی اور جمالی ہوتے ہوئے راز اور اسرار کو بات میں ڈھالتے ہیں اور یوں شعری کائنات انکشاف کی طرح

ظاہر ہوتی ہے۔ اسی لئے اس سرسبز و شاداب خطّے میں صوفیاء نے جب بندے اور رب کے رشتوں کو سمجھنے کی کوشش کی تو اسی زبان کو اپنے اظہار کا سب سے موثر وسیلہ جانا۔ پنجابی کے صوفی شعراء نے تصوف کے مرحلوں کو سمندر کے کناروں پر کھڑے ہو کر نہیں جانا بلکہ ان متلاطم لہروں میں اتر کر جاودانی یعنی روحانی راستوں کی خبر پائی۔ جناب واصف علی واصفؒ کا پنجابی شعری مجموعہ ''بھرے بھڑولے'' اپنے موضوعاتی حوالوں سے اُسی سلسلے کی کڑی ہے۔ ہم عصر پنجابی شاعری کے مقابلے میں اسے انفرادیت حاصل ہے۔ یہ تصوف اور معرفت کے رنگوں سے سجا ہے اور صدیوں سے چلی آئی عشق کی بات ہی اس کا مرکزی موضوع ہے۔

واصف شناس جانتے ہیں کہ واصف خیال کے پس منظر میں اعلیٰ انسانی روحانی قدروں کی از سرِ نو تجدید کا جذبہ موجزن تھا۔ اُن کی بات راز اور اسرار بن کر اپنا انکشاف کرتی ہے۔۔ اُردو نثر میں بات کرتے کرتے جب وہ اپنا پیغام شاعری میں دیتے ہیں تو پنجابی زبان ایک موثر وسیلہ بنتی ہے:

دُکھ ورگا نہیں کوئی یار
دھپّاں کھاندا تے چھاں کردا (2)

جتھے اپنا کاسا توڑیا اے
او غیراں دے کاسے بھردا (3)

جس ککّر دی چھاں نہ ہووئے
اوس ککّر دے چھوڑے لاہ (4)

میریاں میری جھولی پین
تیریاں تیرے اگّے آن (5)

فطرت اور مظاہرِ فطرت ایک مکمل نظام حیات کی خبر دیتے ہیں۔ سائینس دان ہو یا فلسفی، شاعر ہو یا صوفی، سب فطرت کے مشاہدے سے ہی اپنے نظام فکر کی پہلی اینٹ رکھتے ہیں اور تانے بانے کی طرح پھیلے ازلی ابدی سچ کے آئینے میں اپنی شناخت کے عمل سے گزرتے ہیں۔ شاہ حسینؒ نے کہا تھا: ربّا میرے حال دا محرم توں''، جبکہ بلّھے شاہؒ کو ''اکّو الف ترے درکار'' کا درس ملا تھا، اور اسی ایک سبق کو پکاتے پکاتے اُنہوں نے کبھی پاؤں میں گھنگھرو باندھے اور کبھی گلیوں اور بازاروں میں ناچ کر یار منانے کے سو سو جتن کیے اور مسلکِ عشق میں منصورؒ کا ہم سبق ٹھہرا۔ واصفؒ بھی اسی راہ کے راہی تھے، اور اپنی پنجابی شاعری میں بارہا وہ اس کیفیت کو بیان کرتے ہیں:

ب دے جھگڑے سارے مک گئے
ا اکلا نظریں آیا (6)

جد نقطہ دیکھیا ب دا اساں کیتی بند کتاب (7)
ایتھے بن پڑھیاں گل ملدی اے
اساں دفتر سارے پڑھ ویکھے
جتھے واصف ہُو ہُو ہندی اے
اوہ وچ اجاڑ دے گڑھ ویکھے (8)

......اور دیکھئے یہی بات ایک اور انداز میں وہ کہتے ہیں:

اساں پڑھنے توں چِت چایا، سانوں سوہنا نظریں آیا (9)

تو دراصل وہ عشق کی ''الستی'' کیفیتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ واصفؒ سطحی اور اکہری بات کے قائل نہیں تھے، وہ من کی گہرائیوں سے دانش کے موتی چنتے تھے اور انہیں موتیوں سے انہوں نے اپنے لئے ایک تخلیقی مالا تیار کی تھی جو شاعری اور مکالمے کے دھاگے میں پروئی ہوئی گئی ہے۔

واصفؒ نے شعور کی بات کی تو عشق کے آئینے سے، انہوں نے عقل کو مسترد کیا تو عشق کی دلیلوں سے، اور بات کو موثر اور معتبر بنا کر خلقِ خدا کی خدمت کا فریضہ انجام دیا:

ن نماز عشق ناں پڑھدا ، پڑھدا نیزے چڑھ کے
وصل فراق توں عشق اگیرے ، آیا ازلوں پڑھ کے
مر کے جینا ، جی کے مرنا ، تے کیہ کرنا اے ڈر کے
واصفؔ یار حسن دیاں فوجاں آئیاں گھوڑے چڑھ کے (10)

خالق اور خلق کے رشتوں کے درمیان آنے والی منزلوں کو اکثر صوفیاء کرام نے اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ علامتوں، استعاروں اور تمثیلوں کے پردے میں حقیقت کو نہ صرف خود دیکھا بلکہ اہلِ ذوق کو دکھانے کا بندوبست بھی کیا۔

واصفؒ صاحب کے ہاں بھی رمز و کنایہ میں گہری باتوں کا اظہار ملتا ہے۔ اُن کی ایک کافی ''سوچ سمجھ کے چلّیں بھار'' میں صوفیانہ اظہار کی کیفیتیں یوں ظاہر ہوتی ہیں:

ایتھے یوسف ورگے بردے
مردے جیندے ، جیندے مردے
یار دی خاطر کیہ کجھ کردے
وِکنا پیندا ایس بازار
اینویں نہ لا بیٹھیں یار
پہلے کر لے سوچ وچار (11)

اس کافی میں کہیں ''سسّی''، کہیں ''ونجھلی''، کہیں رانجھا اور کہیں ''منصور'' کی رمز ہجر و وصال کے صوفیانہ مفہوم تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

سلطان باہوؒ نے کہا تھا:

دل دریا سمندروں ڈوھنگے، کون دلاں دیاں جانے ہُو
وچّے کھیڑے ، وچّے جھیڑھے وِچّے ونجھ مہانے ہُو
چوداں طبق دِلے دے اندر تنبو وانگوں تانے ہُو
جو کوئی محرم رب دا ہووئے سو ای رب پچھانے ہُو (12)

......اور واصفؒ کہتے ہیں:

نہ کوئی دُور نہ ایتھے نیڑے
وِچّے بیڑے وچّے جھیڑے
وِچّے رانجھے وچّے کھیڑے
اپنے اندر جھاتی مار (13)

یوں واصفؒ اپنے سے پہلے گزرے بزرگوں کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے صوفیانہ خیالات کی ترسیل کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔اس کافی کے اسلوب پر نظر دوڑائیں تو پس منظر میں بلّھے شاہؒ کا جلالی لحن نظر آئے گا۔اگر مجموعی حوالوں دیکھیں تو بابا فریدؒ، شاہ حسینؒ، وارث شاہؒ، بلّھے شاہؒ، خواجہ فریدؒ اور میاں محمد بخشؒ کے روحانی کلام سے اکتساب کرتے ہوئے واصفؒ نے اپنی پنجابی شاعری کی بوطیقا ترتیب دی ہے۔روایت سے اپنے مضبوط رشتے کے باوجود ذاتی مشاہدوں اور تجربوں سے عبارت یہ شاعری نئے زمانے میں نئے حوالوں سے بھی عبارت ہے۔واصفؒ نے اپنی پنجابی غزل کو بھی انہی حوالوں سے سجایا ہے۔وہ اس بدلتی دنیا کے بدلتے رنگوں اور اترتے چڑھتے دریاؤں کی وادی کا باسی ہے، جس میں اس کے چاروں طرف منافقت، جھوٹ، فریب اور مکاری کے جال پھیلے ہوئے ہیں ۔سیاسی سطح ہو یا معاشرتی یا دینی صورتحال، انسان خانوں میں بٹ کر ریزہ ریزہ ہوگیا ہے۔خالص انسانی قدریں جنسِ نایاب ہیں، جبکہ بناوٹی، مصنوعی اور کاغذی اقدار سے آراستہ بظاہر خوبصورت دنیا

اندر سے اتنی مکروہ ہے کہ اس میں صاحبِ دل یعنی واصفؒ جیسے فرد کی گزر اوقات محال ہے۔ ایسے میں وہ اپنی دنیا آپ پیدا کرتا ہے، اپنا جہاں خود آباد کرتا ہے اور اپنے لئے گلشن خود لگاتا ہے، اور کہتا ہے:

ویکھاں پُھل زمین تے واصفؒ
بوٹے میں اسمان لیکاں (14)

اور اِسی مستی اور سرمستی میں اپنے گیت گنگناتا وہ:

واصفؔ جنگلاں نوں ٹر گیا
اینویں نہ پیا واجاں مار
کر گئے کوچ مسافر ایتھوں
جندا دیکھ واصفؒ دے گھر دا (15)

حوالہ جات

1- بھرے بھڑولے۔ واصف علی واصف کے انتقال کے بعد شائع ہوا۔ تاہم اس کا مسودہ انہوں نے خود ہی تیار کیا تھا۔ جیسا کہ عرض ناشر کے تحت بتایا گیا: ’’ ’’بھرے بھڑولے‘‘ محترم واصف علی واصف دے پنجابی کلام دا مجموعہ اے۔ جس دا اخیری مسودہ اوہناں آپی تیار کیتا سی۔‘‘

2- بھرے بھڑولے، ص 127

3- ایضاً ص 103

4- ایضاً ص 101

5- ایضاً ص 95

6- ایضاً ص 74

7- ایضاً ص 54

8- ایضاً ص 86

9- ایضاً ص 54

10- ایضاً ص 24

11- ایضاً ص 32

12- کلام باہو۔

13- بھرے بھڑولے، ص 39

14- ایضاً ص 111

15- ایضاً ص 127